قرآنِ کریم میں مذکور پہلے دس اعداد کی وقوعی حیثیت اور حکمتیں (تجزیاتی مطالعہ)

The Occurrence Status & Wisdom of First Ten Numbers Mentioned In Quran (An Analytical Study)

ثناءاللہ خان

لیکچرر اسلامیات جی پی جی سی ہری پور

ڈاکٹر ثناءاللہ حسین

چیئرمین شعبہ قرآن و تفسیر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

ای میل:sana.ullah@aiou.edu.pk

Abstract

Quran is the live miracle of Prophet Muhammad (ﷺ).Man is curious. He is trying to discover the secrets .For the revive of his aims he step forward to know the wisdom of everything. In the study of Quran one may ask the question what is the wisdom & occurring status of numbers mentioned in Quran. So, this research is the answer to this question. According to Hazrat Shah Wali Ullah (R.A) each and every word in Quran is so suitable and perfect in its place that no other word can take its place. After the study of this research man became confounded that Quranic Numbers are so accurate and suitable in their places and he confess Quran is only one book that tells the truth. Although Quran was not revealed for discussing the wisdom of things but it describes the realities and facts that every sane oppress to accept. I became so wonder that each Quranic Number is so appropriate to new scientific calculations such as the word Bahr (Sea) and Bar (Earth) occur 71,21 percent respectively that is exact new calculation. Hence it is necessary to describe Quranic Numbers wisdom and their occurring status.

انسان تجسس پسند ہے وہ آئے دن اس کھوج میں لگا رہتا ہے کہ یہ کیوں ایسے ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ اور اس چیز کی حکمت کیا ہے؟ مطالعہ قرآن کے دوران قاری کے ذہن میں مختلف سوالات اٹھتے رہتے ہیں انہی سوالات میں سے ایک سوال یہ ہے کہ قرآن پاک میں مذکور اعداد کون کون سے ہیں ان کی وقوعی حیثیت کیا ہے اور ان اعداد کے استعمال میں کیا کیا حکمتیں مضمر ہیں؟ اس سوال کا جواب زیرِ نظر مقالہ میں دیا گیا ہے۔

1. موضوعِ تحقیق کا تعارف

موضوعِ تحقیق "قرآن کریم میں مذکور پہلے دس اعداد کی وقوعی حیثیت اور حکمتیں" ہے یہاں دو چیزیں قابلِ ذکر ہیں اول اعداد کی تعریف دوم لفظ حکمت کی وضاحت۔

1.1 اعداد کی تعریف اور قرآنی اعداد کی اقسام

اعداد عدد کی جمع ہے یہ مضاعف ثلاثی ہے عَدَّ يَعُدُّ عَدًّا بمعنی گننا، گنتی کرنا علامہ ابنِ منظورؒ فرماتے ہیں ''اَلْعَدُّ: اِحْصَاءُ الشَّیءِ عَدَّه يَعُدُّه عَدًّا وَ تَعْدَادًا ''[1] ''عد کسی چیز کے گننے کو کہتے ہیں'' پھر آگے فرماتے ہیں" وَالْاِسْمُ اَلْعَدَدُ وَالْعَدِيْدُ" کہ عَدَّ کا اسم عدد اور عدید آتا ہے یعنی جس کو گنا جائے اس کو عدد کہا جاتا ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَاَحْصیٰ كُلَّ شَیءٍ عَدَدًا ﴾ [2]

''اُس نے ہر چیز کو گن کر شمار کر رکھا ہے''

قرآن پاک میں مختلف النوع اعداد استعمال ہوئے ہیں کچھ اعداد تو عددِ محض ہیں یعنی وہ صرف گنتی والا معنی دیتے ہیں جیسے واحد ، اثنان وغیرہ کچھ اعداد میں اسمیت والا معنی پایا جاتا ہے انہیں اسمائے اعداد کہا جاتا ہے جیسے واحد ،ثانی ،ثالث وغیرہ کچھ اعداد زمانی ہیں یعنی ان میں زمانہ پایا جاتا ہے جیسے بضع،سنین وغیرہ اسی طرح کچھ اعداد کسری ہیں جو کسر کو ظاہر کرتے ہیں جیسے ربع ، سدس ، ثمن وغیرہ۔

1.2 حکمت کی تعریف اور اطلاق

حکمت عربی زبان کا لفظ ہے اہلِ لغت نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

"(العِلْمُ) بحَقائق الأَشْياءِ على مَا هِيَ عَلَيْه، والعَمَلُ بمُقْتَضاها"[3]

''وہ علم جس کے ذریعے اشیاء کی حقیقتوں اور ان پر عمل کا ادراک ہوتا ہے جن پر ان کی بنا ہے''

علامہ زبیدیؒ آگے فرماتے ہیں۔

''هِي أَسْرارُ عُلُومِ الشَّرِيعَة والطَّرِيقَةِ والمَسْكُوتَ عَنْهَا[4]''

''حکمت شریعت اور طریقت کے رازوں کے جاننے کا نام ہے جن کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی ہے''

درج بالا تعریفات سے معلوم ہوا کہ حکمت چیزوں کی حقیقت اور پوشیدہ رازوں کے جاننے کا نام ہے حکمت ایک جامع لفظ ہے اس کا اطلاق قرآن، سنت، فہم، دین کی سمجھ، اللہ کی اطاعت، خشیت، تقویٰ، راست بازی، عمل بالعلم وغیرہ سب پر ہوتا ہے[5]۔

2. اعداد کا تاریخی پس منظر

پرانے زمانے میں اگر ہم اعداد کی تاریخ کی طرف نظر دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ہڈیوں کو بطور ٹیلی مارکس (ٹیلی مارکس ایک قسم کا گنتی کا سسٹم ہے یہ نتائج کو حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے جیسے کھیل میں حاصل کردہ سکور وغیرہ)[6] کے استعمال کیا گیا یہ ٹیلی مارکس گذشتہ دنوں کے گننے کے استعمال ہوتے ایسے ہی چیزوں کے ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے استعمال ہوتے جیسے جانوروں کی گنتی کے لیے لیکن اس سسٹم میں بڑی ویلیوز (Big Values) کے معلوم کرنے کا کوئی طریقہ نہ تھا اور نہ ہی اس سسٹم میں پلیس ویلیو (اس سے مراد اعداد کی وقوعی حیثیت ہے جس سے ان کی وقوعی قیمت کا پتہ چلتا ہے مثلاً 19 اس میں 9 اکائی کو اور 1 دہائی والی عددی حیثیت کو ظاہر کر رہا ہے) کا تصور ملتا ہے بہرحال اس ٹیلی سسٹم کو ایبسٹریک نمبر سسٹم Abstract Numeral (System) کا نام دیا گیا پلیس ویلیو (Place Value) کا سب سے پہلا تصور ہمیں مصر کی تاریخ میں ملتا ہے جنہوں نے 3400 ق م میسوپوٹیما[7] بیس سکسٹی (Mesopotamian Base 60) اور اس سے قبل 3100 ق م بیس 10 سسٹم کو دریافت کیا سب سے پہلے مصر والوں نے عددی سسٹم شروع کیا پھر یونانیوں نے (Lonion and Droke Alphabets) کو گنتی کے لیے استعمال کیا پھر یورپ میں رومن الفابیٹس کا استعمال بطور عدد جاری رہا یہاں تک کہ ہندو-اریبک نمبر سسٹم (Hindu-Arabic Numeral System) دنیا کے سامنے آیا جو آج بھی عام استعمال ہونے والا سسٹم ہے[8]۔

3. قرآنی اعداد

قرآنِ پاک میں کُل انتیس (۲۹) اعداد استعمال ہوئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

1) وَاحِدٌ/وَاحِدَةٌ (ایک)	2) اِثْنَانِ/اِثْنَتَانِ (دو)	3) ثَلَاثٌ/ثَلَاثَةٌ (تین)
4) اَرْبَعٌ/اَرْبَعَةٌ (چار)	5) خَمْسٌ/خَمْسَةٌ (پانچ)	6) سِتٌّ/سِتَّةٌ (چھ)
7) سَبْعٌ/سَبْعَةٌ (سات)	8) ثَمَانٌ/ثَمَانِيَةٌ (آٹھ)	9) تِسْعٌ/تِسْعَةٌ (نو)
10) عَشْرٌ/عَشْرَةٌ (دس)	11) اَحَدَ عَشَرَ (گیارہ)	12) اِثْنَا عَشَرَ/اِثْنَتَا عَشَرَ (بارہ)
13) تِسْعَةَ عَشَرَ (اُنیس)	14) عِشْرُوْنَ (بیس)	15) ثَلَاثُوْنَ/ثَلَاثِيْنَ (تیس)
16) اَرْبَعِيْنَ (چالیس)	17) خَمْسِيْنَ (پچاس)	18) سِتِّيْنَ (ساٹھ)

19)سَبْعُوْنَ/سَبْعِيْنَ(ستر) 20)ثَمَانِيْنَ(اسّی) 21)تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ(ننانوے)

22)مِائَةٌ(سو) 23)مِائَتَيْنِ(دوسو) 24)ثَلَاثُ مِائَةٌ(تین سو)

25)اَلْفٌ(ہزار) 26)ثَلَاثَةُ اٰلَافٍ(تین ہزار) 27)خَمْسَةُ اٰلَافٍ(پانچ ہزار)

28)خَمْسِيْنَ اَلْفًا(پچاس ہزار) 29)مِائَةُ اَلْفٍ(ایک لاکھ)

4.عددی آیات

1-﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ [البقرة:163]

2-﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ﴾[النحل:51]

3-﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةًقَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا﴾[مريم:10]

4-﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ﴾[النور:8]

5-﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَجْوٰي ثَلَاثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍاِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذَالِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمٌ﴾[المجادلة:7]

6-﴿اَلَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰي عَلَي الْعَرْشِ الرَّحْمٰنُ فَاسْئَالْ بِهٖ خَبِيْرًا﴾[الفرقان:59]

7-﴿قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِي سُنْبُلِهٖ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ﴾ [يوسف:47]

8-﴿وَالْمَلَكُ عَلٰي اَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ﴾[الحاقة:17]

9-﴿وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُرَهْطٍ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾[النمل:48]

10-﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾[الفجر:2]

5۔ قرآن کریم میں مذکور عدد واحد کی وقوعی حیثیت اور حکمتیں

یہ عدد قرآن پاک میں 61 دفعہ آیا ہے عدد واحد وحدت پر دلالت کرتا ہے یہ عدد قرآن پاک میں سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے اس میں بیک وقت اسمیت اور عددیت ہر دو معنی پائے جاتے ہیں بہر صورت یہ وحدت کا معنی دیتا

ہے یہی وجہ ہے اس عدد واحد کے ذریعے باری تعالیٰ نے اپنی وحدت کا بیان سب سے زیادہ کیا ہے اور توحید مباحث قرآنی میں اہم ترین بحث ہے اور حدیث شریف میں آتا ہے۔

"اِنَّ اللہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ"[9]

"بلاشبہ اللہ اکیلا (ایک) ہے اور وہ طاق عدد پسند کرتا ہے"

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اپنی توحید میں اتنی یکتائیت پسند ہے کہ ہر چیز میں طاق عدد پسند ہے جیسے نمازیں پانچ روزوں میں تین عشرے زکوٰۃ میں پانچ اوسق اور حج میں سات چکر طواف کے وغیرہ وغیرہ آیئے اب اس عدد واحد کے عجائبات میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فہم سے غور فکر کرتے ہیں۔

5.1 توحید کے بیان میں عدد واحد کے رموز

1۔ عدد واحد / واحدۃ توحید کے موضوع پر کل 21 مرتبہ پورے قرآن پاک میں وارد ہوا ہے تو جیسے عدد واحد خود طاق ہے ایسے ہی اکیس (21) کا عدد بھی طاق ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی توحید کے لیے وتر عدد ہی استعمال کیا جو عند اللہ محمود عدد ہے۔

2۔ عقائد عبادات معاملات میں سے عقائد اولیٰ ہیں پھر عقائد میں توحید اولیٰ ہے اور توحید کے لیے عدد واحد استعمال ہوا ہے تو جیسے توحید کا بیان قرآن میں سب سے زیادہ ہوا ہے ایسے ہی عدد واحد جو توحید پر دال ہے سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔

3۔ اگر ہم عدد واحد اور واحدۃ کے مجموعے پر غور کرتے ہیں تو عجیب رمز سامنے آتا ہے دیکھیے۔

عدد واحد قرآن میں 30 بار آیا ہے اور عدد واحدۃ قرآن میں 31 بار آیا ہے ان کا حاصل جمع 61 آتا ہے۔

$$30+31=61$$

اکسٹھ (61) ایک مفرد عدد (prime number) ہے تو جیسے باری تعالیٰ خود پرائم (وتر) ذات ہے ایسے ہی اس ذات پر دلالت کرنے والے عدد کا مجموعہ بھی پرائم عدد ہے ماشاء اللہ۔

5.2 قصصِ قرآنی میں عدد واحد کی حکمتیں

قصصِ قرآنی میں عدد واحد کے وقوع کی درج ذیل حکمتیں سامنے آئی ہیں۔

الف۔ یہ لفظ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 61 (**لن نصبر علیٰ طعام واحد**) میں پہلی دفعہ استعمال ہوا ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو کھانا دو نوعیتوں کا ملتا تھا ایک من اور دوسرا سلویٰ لیکن باری تعالیٰ نے لفظ واحد استعمال کیا طعام جو جنس ہے ہر قسم کے کھانوں کی نوعیتوں کو شامل ہے یہاں اس کی تاکید واحد سے لائی گئی یہ بتانے کے لیے کہ جنس کھانا ایک ہی تھا جس کی نوعیتیں مختلف تھیں من و سلویٰ کی شکل میں۔

ب۔ عدد واحد 30 مرتبہ جبکہ عدد واحدۃ 31 مرتبہ پورے قرآن مجید میں آیا ہے اور ان دونوں کا مجموعہ 61 ہے جو سورۃ البقرۃ کی آیت 61 کا نمبر ہے یہی وہ آیت ہے جس میں عدد واحد پہلی بار استعمال ہوا ہے۔

ج۔ اقوامِ عالم کی اگر تاریخ دیکھی جائے تو بنی اسرائیل وہ واحد قوم ہے جس کا کھانا آسمان سے نازل ہوتا تھا یہ بات بھی عدد واحد کے اسرار میں سے ایک ہے کہ ایک قوم ایک کھانا ایک مدت تک بلا مشقت و کمائی کے کھاتی رہی۔

د۔ بنی اسرائیل ہی وہ واحد قوم ہے جو طعام واحد کو ٹھکرا کر **مغضوب** قوم بنی۔

ہ۔ یہ لفظ دوسری مرتبہ سورۃ یوسفؑ میں وارد ہوا لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اس آیت کا نمبر 67 ہے اور اس آیت میں وارد ہونے والے حروف کی تعداد 117 ہے تو جیسے عدد واحد مفرد عدد ہے ایسے ہی اس آیت کا نمبر بھی مفرد ہے اور اس میں موجود حروف کا عدد بھی مفرد ہے تو یوں یہ آیت تین مفرد اعداد کو شامل کر کے منفرد حیثیت کی حامل بن گئی۔

5.3 قرآن کریم میں مذکور عدد واحدۃ کا رقم الاٰیۃ کیساتھ عجیب رمز

عدد واحدۃ قصص کے باب میں کل چار (4) مرتبہ واقع ہوا ہے پہلی دفعہ سورۃ یوسف کی آیت 31 میں پھر سورۃ یٰس کی آیت 29 میں پھر سورۃ ص کی آیت 23 میں اور پھر سورۃ القمر کی آیت 31 میں حیرت کی بات یہ ہے کہ جب ان چاروں آیات نمبر کو جمع کیا جائے تو وہ 114 بنتا ہے جو قرآن پاک کی کُل سورتوں کا مجموعہ ہے ملاحظہ ہو۔

$$31+29+23+31=114$$

6. قرآن کریم میں مذکور عدد اثنان / اثنتان کی وقوعی حیثیت اور اسرار

عدد اثنان ،اثنتان میں زوجیت (دو ہونا) والا معنی پایا جاتا اس عدد کے عجائب اور وقوعی حِکَم بہت دلچسپ ہیں کہ عقل دھنگ رہ جاتی ہے درج ذیل امثلہ سے یہ بات خوب واضح ہو گی۔

الف۔ قرآن کریم میں چند الفاظِ متضادہ کا وقوع اور ان کا عدد اثنان کے ساتھ ربط

قرآن پاک میں درج ذیل الفاظ متضادہ واقع ہوئے ہیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ الفاظ اِس تناسب سے واقع ہوئے ہیں کہ ان میں ہر ایک عدد اثنان پر تقسیم ہوتا ہے[10] ملاحظہ ہو۔

1۔ لفظِ دنیا 115 مرتبہ ایسے ہی آخرۃ بھی 115 مرتبہ قرآن میں واقع ہوا ہے دونوں کا مجموعہ 130 عدد 2 پر تقسیم ہوتا ہے۔

2۔ لفظِ حیاۃ 145 مرتبہ ایسے ہی موت بھی 145 مرتبہ قرآن میں واقع ہوا ہے دونوں کا مجموعہ 290 عدد 2 پر تقسیم ہوتا ہے۔

3۔ لفظِ صالحات 167 مرتبہ ایسے ہی سیئات بھی 167 مرتبہ دونوں کا مجموعہ 334 عدد 2 پر تقسیم ہوتا ہے۔

4۔ لفظِ ملائکۃ 88 مرتبہ ایسے ہی شیاطین بھی 88 مرتبہ قرآن میں واقع ہوا ہے دونوں کا مجموعہ 176 عدد 2 پر تقسیم ہوتا ہے۔

5۔ لفظِ جھنم 77 مرتبہ ایسے ہی جنت بھی 77 مرتبہ قرآن میں واقع ہوا ہے دونوں کا مجموعہ 154 عدد 2 پر تقسیم ہوتا ہے۔

6۔ لفظِ نفع 50 مرتبہ ایسے ہی فساد بھی 50 مرتبہ قرآن میں واقع ہوا ہے دونوں کا مجموعہ 100 عدد 2 پر تقسیم ہوتا ہے۔

7۔ لفظِ نور 24 مرتبہ ایسے ہی ظلمۃ بھی 24 مرتبہ قرآن میں واقع ہوا ہے دونوں کا مجموعہ 48 عدد 2 پر تقسیم ہوتا ہے۔

8۔ لفظِ صیف 5 مرتبہ ایسے ہی شتاء بھی 5 مرتبہ قرآن میں واقع ہوا ہے دونوں کا مجموع 10 ہ عدد 2 پر تقسیم ہوتا ہے۔

9۔ لفظِ رجل 24 مرتبہ ایسے ہی مراۃ بھی 24 مرتبہ قرآن میں واقع ہوا ہے دونوں کا مجموعہ 48 عدد 2 پر تقسیم ہوتا ہے۔

10۔ لفظِ رغبۃ 8 مرتبہ ایسے ہی رھبۃ کا لفظ بھی 8 مرتبہ واقع ہوا ہے دونوں کا مجموعہ 16 عدد 2 پر تقسیم ہوتا ہے۔

ب۔عدد اثنان اور معنوی تناسب رکھنے والے قرآنی الفاظ کا باہمی تعلق

قرآن پاک میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو دوسرے لفظ کا دوگنا تگنا واقع ہوئے ہیں وہ بھی عدد دو پر تقسیم ہوتے ہیں ملاحظہ ہو۔

1)لفظِ رحمان 57 مرتبہ آیا ہے جبکہ رحیم 114 مرتبہ اور یہ عدد دو پر تقسیم ہوتا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اِس دنیا میں رحمان ہے آخرت میں نہیں جبکہ رحیم اللہ کی وہ صفت ہے جو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں ہے جب ایک جہاں والی صفت 57 دفعہ واقع ہوئی تو مناسب تھا کہ دو جہاں والی صفت کو دگنا لایا جائے اس لیے وہ 114 ہے۔

2)لفظ جزاء 117 مرتبہ آیا ہے اور مغفرۃ کا لفظ اس کا دوگنا 234 مرتبہ آیا ہے اور یہ بھی عدد دو پر تقسیم ہوتا ہے اس میں اشارہ ہے کہ جہاں تک جزاء کی بات ہے تو وہ تو قاعدہ کے موافق برابر سرابر ملنی چاہیئے لیکن جب جزا کیساتھ مغفرۃ بھی شامل ہو جائے تو پھر جزا دوگنی ہو جاتی ہے۔

3)لفظ الفجار 3 مرتبہ جبکہ اس کا متضاد الابرار 6 مرتبہ واقع ہوا ہے جو عدد دو پر تقسیم ہوتا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کا تذکرہ زیادہ کرنا چاہتا ہے۔

4)لفظ العسر 12 مرتبہ جبکہ اس کا متضاد لفظ الیُسر 36 مرتبہ اس کا تین گنا واقع ہوا ہے یہ بھی عدد دو پر تقسیم ہوتا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ باری تعالیٰ تنگی کے بعد دوگنی تگنی آسانیاں بھیجتا ہے۔

ج۔عدد اثنان والی آیات کے رقم میں ریاضیاتی نقطہ نظر

عدد اثنان کی آیات کا رقم (نمبر) بالترتیب یہ ہے المائدہ 106، الانعام 143 اور 144، توبہ 40، ھود 40، رعد 3، نحل 51، مومنون 27، یٰس 14 اب ان تمام رقم الآیات کو جمع کیا جائے تو حیرت ہو گی کہ ان کا مجموعہ بھی عدد دو پر تقسیم ہوتا ہے دیکھیئے۔

$$568=106+143+144+40+40+3+51+27+14$$

یہ عدد 568 بھی دو پر تقسیم ہوتا ہے کیونکہ اس کے آخر میں جفت عدد ہے قاعدہ ہے جس عدد کے آخر میں جفت عدد یا صفر ہو تو وہ دو پر تقسیم ہوتا ہے 568 /2=284 سبحان اللہ یہ اس عدد کے عجائبات میں سے ہے۔

اب اگر انہی رقم الآیات کو آپس میں ضرب دی جائے تو حاصل ضرب 201،979،646،668،800 آتا ہے اس کے آخر میں بھی صفر ہے اس لیے یہ بھی عدد دو پر تقسیم ہوتا ہے۔

معلوم ہوا ریاضیاتی نقطہ نظر سے بھی قرآنی اعداد میں بھی تناسب پایا جاتا ہے۔

7. قرآن کریم میں مذکور عدد ثلاث کی وقوعی حیثیت اور اس عدد کی حِکَم

یہ عدد تین پر دلالت کرنے کے لیے وضع ہے قرآن پاک میں یہ عدد کل سترہ (17) مرتبہ آیا ہے اس عدد کے عجائب اور اس کے لانے کی حکمتیں بھی لا تعد ہیں چند ایک درج ذیل ہیں۔

الف۔ قارن / متمتع پر تین روزوں کے وجوب کی حکمت

قارن وہ حاجی ہوتا ہے جو حج اور عمرے کو ایک احرام سے بغیر حلال ہوئے ادا کرتا ہے اور متمتع وہ حاجی ہوتا ہے جو ایک احرام سے عمرہ ادا کر کے حلال ہو جاتا ہے پھر دوسرے احرام سے حج کرتا ہے سورۃ البقرۃ کی آیت (**واتموا الحج والعمرۃ للہ--الخ**) میں ان دونوں حجوں کا بیان آیا ہے ساتھ ہی اس کے ضمن میں یہ مسئلہ بھی بیان ہوا ہے اگر قارن یا متمتع کے پاس ہدی یا قربانی کا جانور نہ ہو تو اس پر دس روزے واجب ہوتے ہیں تین روزے تو ایام حج میں رکھنے ضروری ہیں بقیہ سات میں رخصت ہے کہ وہ بعد میں رکھ دیے جائیں یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر تین روزے ایام حج میں رکھنا کیوں ضروری ہیں تو ان روزوں کے وجوب کی حکمت علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

"لما كانت بدلا عن الْهَدْيِ والبدل يكون في محل المبدل منه غالبا جعل الثلاثة بدلا عنه في زمن الحج وزيد عليها السبعة علاوة لتعادله من غير نقص في الثواب لأن الفدية مبنية على التيسير ولم يجعل السبعةفيه لمشقة الصوم في الحج"[11]

"جب یہ روزے ہدی (قربانی) سے بدل ہیں اور بدل اکثر و بیشتر مبدل منہ کی جگہ میں ہوتا ہے اس لیے تین روزوں کو اس کی جانب سے زمانہ حج میں رکھا گیا اور اس پر مزید سات روزوں کا اضافہ کیا گیا تا کہ بدلے میں ثواب میں کمی لازم نہ آئے چونکہ فدیہ کی بنیاد آسانی پر ہے اس لیے سات روزے بوجہ مشقت کے ایام حج میں نہیں رکھے گے"

خلاصہ یہ ہوا کہ تین روزوں کے وجوب کی حکمت تیسیر ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا مشکل ہے اس لیے جمع کے اقلِ عدد تین کا انتخاب کیا گیا۔

ب۔عدت کے تعین میں مذکور قرآنی عدد ثلاث کی حکمتیں

مطلقہ مدخول بہا عورت کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت 228 **والمطلقات یتربصن با نفسھن ثلٰثۃ قروء** میں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق **ابغض الحلال** ہے اس کی مشروعیت صرف ضرورت کے وقت ہے کہ جب مرد عورت کا آپس میں نبھانہ ہو رہا ہو تو شریعت نے مرد کو طلاق کا اختیار دے دیا مگر اس پر پابندی عائد کر دی کہ اگر تم نے عورت کو طلاق دینی ہی ہے تو اول اس کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دو یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے لیکن زوجین اگر سمجھتے ہیں کہ ہمارا آپس میں نبھا نہیں تو مرد کے لیے سنت طریقہ طلاق کا یہ ہے کہ وہ پہلے طہر میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دے یہاں تک کہ دوسرا طہر یا مہینہ غیر حائضہ کے لیے آجائے پھر اگر نبھا کی کوئی صورت نہیں تو مرد دوسری طلاق دے یہاں تک کہ تیسرا طہر یا مہینہ آجائے تو پھر نبھا کی کوئی صورت نہ ہو تو تیسری طلاق دے دے اب یہ صورت اس بات کی دلیل ہو گی کہ مرد عورت کسی صورت ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے اور تین طہر میں جو کہ رغبت کا زمانہ ہے زوجین کا ایک دوسرے کے قریب نہ آنا اس بات کی دلیل بن جائے گا کہ اب ان کا آپس میں گزارہ نہیں اور یہ بات ایک دو طہر سے نہیں بلکہ تین طہر سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ تین کا عدد عرب کے ہاں تحقق کے لیے آتا ہے علامہ مرغینانیؒ[12] لکھتے ہیں؛

"**لأنَّ الحکمَ یدارُ علٰی دلیلِ الحاجۃِ و ھو الاقدام علی الطلاق فی زمانٍ تجدد فیہ الرغبۃ وھو الطھر خالی عن الجماع فالحاجۃ کالمتکررۃ نظرًا الیٰ دلیلھا**" [13]

"عدت تین حیض ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حکم کا دارومدار دلیل حاجت پر ہے یعنی طلاق کا اقدام اٹھانا ایسے وقت میں کہ جس میں رغبت میں تجدد ہوتا ہے اور رغبت کا زمانہ وہ طہر ہے جس میں جماع نہ کیا گیا ہو پس حاجت (تین طلاق دینا) مکرر ہے دلیل تکرار کو پیش نظر رکھتے ہوئے"

دوسری وجہ: باندی کو آزاد عورت کے مقابلے میں آدھا حق حاصل ہے اس لیے باندی کی عدت دو حیض جبکہ اِس کی طلاق دو طلاقیں ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے "باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں"[14]

پس جب باندی کی عدت دو حیض ہیں تو آزاد عورت کی تین حیض ہونے چاہیے کیونکہ آزاد عورت کا حق بنسبت باندی کے زیادہ ہے باقی یہ بات کہ قاعدہ کے مطابق باندی کی عدت ڈیڑھ حیض ہونی چاہیئے تھی مگر چونکہ عدت

تجزی کو قبول نہیں کرتی اس لیے اسے شریعت نے دو کر دیا صاحب ہدایہ لکھتے ہیں "رقیت (باندی ہونا) نصف کرنے کا سبب ہے اور حیض میں تجزی نہیں ہوتی اس لیے دوسرا حیض مکمل کیا جائے گا"

تیسری وجہ عدت شریعت نے رحم کے استبراء کے لیے مشروع کی ہے اس بات کا تحقق تین سے پورا ہوتا ہے صاحب ہدایہ لکھتے ہیں؛

"لِأَنَّ الْعِدَّةَ وَجَبَتْ لِتُعْرَفَ عَنْ بَرَاءَةِ الرَّحِمِ فِي الْفُرْقَةِ الطَّارِئَةِ عَلَىَ النِّكَاحِ وَهٰذَا يَتَحَقَّقُ فِيْهَا"[15]

"بات یہ ہے کہ عدت اس لیے واجب ہوئی ہے تاکہ رحم کی براءت کا علم ہو جائے اس جدائی میں جو نکاح کی وجہ سے طاری ہوئی ہے اور اس بات کا تحقق تین حیض ہی سے ہوتا ہے"

ج۔ استیذان میں تین دفعہ اجازت طلب کرنے کی حکمت

استیذان (گھر میں داخل ہونے کی اجازت) تین دفعہ طلب کرنے کا حکم ہے (**کقوله تعالیٰ یاایها الذین امنوا لیستاذنکم --ثلاثُ عورات لکم**) اسی طرح حدیث میں آیا ہے۔

"إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ "[16]

"تم میں سے جب کوئی گھر داخل ہونے کی اجازت تین دفعہ مانگ لے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے چاہیئے کہ وہ لوٹ آئے"

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ تین دفعہ اجازت طلب کرنے کی حکمت بیان کرتے ہیں۔

"فَإِنَّ الْأَوَّلَ لِلتَّعَرُّفِ، وَالثَّانِي لِلتَّأَمُّلِ، وَالثَّالِثَ لِلْإِذْنِ وَعَدَمِهِ"[17]

"پہلی دفعہ کی اجازت برائے تعارف ہوگی دوسری برائے غور و فکر اور تیسری اندر آنے نہ آنے کی"

پس معلوم ہوا کہ تین دفعہ اجازت طلب کرنے میں اہل خانہ کی سہولت مد نظر ہے کہ پہلی دفعہ سے انہیں پہچان ہو کہ کون آیا ہے دوسری دفعہ سے انہیں تامل غور و فکر کے لیے وقت ملے اور تیسری دفعہ انہیں یہ اجازت دینے یا نہ دینے کا موقع ملے۔

د۔ کفارہ قسم میں تین روزے رکھنے کی حکمت

کفارہ یمین میں تین روزے پے در پے فرض ہوتے ہیں بشرطیکہ اول تین چیزوں کی قدرت حالف نہ پاتا ہو یعنی اطعام، اکساء اور تحریر رقبہ جب تینوں چیزوں کی قدرت حالف نہیں پاتا تو باری تعالیٰ نے تین روزے اس پر واجب کر دیے کہ ہر ایک چیز کا بدل ہو جائے نیز شریعت کا اُصول ہے کہ جہاں جانی عبادت متعذر ہو جائے وہاں مالی

عبادت سے اس کا خمیازہ پورا کیا جاتا ہے جیسے روزوں کا فدیہ اور جہاں مالی عبادت متعذر ہو جائے وہاں جانی عبادت سے اس کا خمیازہ پورا کیا جاتا ہے جیسے کفارہ ظہار میں ہے یہاں بھی یہی صورت ہے کہ جب مال دینا متعذر ہوا تو شریعت نے اس کا بدل جانی عبادت سے کیا کہ تین روزے اس پر واجب کر دیے اور تین بھی اس لیے کیے کہ یہ جمع کا اقل عدد ہے اور باری تعالیٰ کے نام (قسم) کی لاج نہ رکھنا اتنا سخت جرم ہے کہ اس کی تلافی ساری زندگی روزے رکھنے سے بھی پوری نہیں ہوتی مگر شریعت نے انسان کی کمزوری کو پیش نظر رکھ کر جمع قلت کے بھی عدد اقل (جو تین ہے) پر اس بات کی تلافی مان لی۔

8. قرآن کریم میں مذکور عدد اربع کی وقوعی حیثیت اور حکم

یہ عدد قرآن پاک آٹھ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور یہ عدد چار پر دلالت کرنے کے لیے واقع ہوا ہے اس عدد سے درج ذیل مباحث بیان ہوئی ہیں۔

سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۶۰ میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرماتے ہیں۔

(وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ)[18]

الف۔ سیدنا ابراہیمؑ کو احیائے موتیٰ کے نظارے کے لیے چار پرندوں کے انتخاب کا کیوں حکم ہوا؟

حضرت ابراہیمؑ نے جب اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ وہ مردوں کے زندہ ہونے کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں تو باری تعالیٰ نے انہیں اول پوچھا کیا آپ کو یقین نہیں جب انہوں نے کہا کہ مجھے یقین تو ہے مگر میں اپنے دل کی تسلی کا سامان کرنا چاہتا ہوں اس پر باری تعالیٰ نے فرمایا (فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ سورة البقرة ۲ :۲۶۰) کہ آپ چار پرندے پکڑ لیں اور انہیں اپنے سے مانوس کریں پھر انہیں ذبح کر کے ان کے اجزاء کو پہاڑوں پر بکھیر دیں پھر انہیں بلائیں تو وہ آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے آخر حضرت ابراہیمؑ کو چار ہی پرندوں کا حکم کیوں ملا؟ کم یا زائد کا حکم کیوں نہیں ملا تو اس بات کا جواب علامہ رازیؒ یوں دیتے ہیں۔

> الْبَحْثُ الثَّانِي: أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الْإِحْيَاءِ وَالْإِمَاتَةِ كَانَ حَاصِلًا بِحَيَوَانٍ وَاحِدٍ، فَلِمَ أَمَرَ بِأَخْذِ أَرْبَعِ حَيَوَانَاتٍ، وَفِيهِ وَجْهَانِ الْأَوَّلُ: أَنَّ الْمَعْنَى فِيهِ أَنَّكَ سَأَلْتَ وَاحِدًا عَلَى قَدْرِ

الْعُبُودِيَّةِ وَأَنَا أُعْطِي أَرْبَعًا عَلَى قَدْرِ الرُّبُوبِيَّةِ وَالثَّانِي: أَنَّ الطُّيُورَ الْأَرْبَعَةَ إِشَارَةٌ إِلَى الْأَرْكَانِ الْأَرْبَعَةِ الَّتِي مِنْهَا تَرْكِيبُ أَبْدَانِ الْحَيَوَانَاتِ وَالنَّبَاتَاتِ وَالْإِشَارَةُ فِيهِ أَنَّكَ مَا لَمْ تُفَرِّقْ بَيْنَ هَذِهِ الطُّيُورِ الْأَرْبَعَةِ لَا يَقْدِرُ طَيْرُ الرُّوحِ عَلَى الِارْتِفَاعِ إِلَى هَوَاءِ الرُّبُوبِيَّةِ وَصَفَاءِ عَالَمِ الْقُدْسِ.[19]

"دوسری بحث: زندہ کرنے اور مارنے کا مقصد تو ایک پرندے سے پورا ہو سکتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے چار پرندے کیوں ذبح کرنے کا حکم دیا؟ تو اس کی دو وجوہات ہیں ایک یہ کہ اے ابراہیم! تم نے بندہ ہونے کے ناطے ایک چیز کے احیاء کا سوال کیا ہے میں رب ہونے کے ناطے چار چیزوں کے احیاء کر کے دکھاتا ہوں دوسری وجہ یہ ہے کہ چار پرندے کہہ کر ان چار بنیادی ارکان (ہوا، پانی، آگ، مٹی) کی طرف اشارہ ہے جن سے حیوانات، نباتات بنے ہیں اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے تم جب تک ان چار پرندوں میں فرق نہیں کر سکو گے تب تک روح کا پرندہ رب کی رضامندی اور عالمِ قدس کی طرف بڑھ نہیں سکتا"

امام رازیؒ نے نہایت عمدہ توجیحات بیان فرمائی کہ ابراہیمؑ تم مقام بندگی میں ایک چیز کے احیاء کی درخواست کر رہے ہو ہم اپنے مقامِ الوہیت کو سامنے رکھتے ہوئے تمہیں چار چیزوں کے احیاء کا نظارہ کراتے ہیں نیز یہ کہ ان چار پرندوں کو ذبح کروانے سے مقصود یہ درس دینا تھا کہ جب تک آدمی بشری علائق سے اپنے کو پاک نہیں کرے گا تب تلک وہ عالم قدس کی طرف قدم نہیں رکھ سکتا۔

مفسرین کرامؒ نے بیان فرمایا ہے کہ چار پرندے کبوتر، کوا، مرغ اور مور ہیں تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَعِكْرِمَةُ: كَانَتْ حَمَامَةً وَدِيكًا وَطَاوُسًا وَغُرَابًا"[20]

"امام مجاہدؒ اور عکرمہؒ فرماتے ہیں یہ چار پرندے کبوتر، مرغ، مور اور کوا تھے"

بعض مفسرین کے نزدیک حمامة کے بجائے نسر (گدھ) ذکر کیا گیا ہے بہر حال ان چار پرندے کو نام تفسیروں میں ملتے ہیں۔

ب۔ زمین کی بناوٹ چار دن میں ہونے کی حکمت

سورۃ حٰم سجدہ آیت ۱۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (وجعل فيها رواسی وبارك فيها وقدر فيها اقواتها في اربعة ايام) کہ اور اللہ نے اس زمین میں اوپر کو اٹھے ہوئے پہاڑ بنائے اور اس میں برکت رکھ دی اور ایک تناسب

سے اس میں اس کی غذائیں رکھ دیں (یہ بناوٹ، برکت اور غذاؤں کا تناسب رونما ہوئے) چار دن میں کھوج لگانے والوں کے لیے (اس میں) یکسانیت ہے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان چار دنوں سے کیا مراد ہے ؟ جن میں زمین کی بناوٹ سجاوٹ کی گئی تو اس سوال کے جواب میں کئی اقوال ہیں مثلاً۔

پہلا قول: علامہ رازیؒ کی رائے یہ ہے کہ ان چار ایام سے مقصود وقت کی مقدار ہے کہ زمین کی مکمل بناوٹ میں اتنا وقت لگا جتنا آج کل کے حساب سے چار دن ہوتے ہیں پھر بطور دلیل لکھتے ہیں جیسے سورۃ مریم میں ہے کہ جنتیوں کو صبح شام رزق ملے گا تو وہاں بھی یہی مراد ہے کہ صبح شام کے وقت کے بقدر ان کو رزق ملے گا ورنہ جنت میں تو صبح شام نہیں۔[21]

دوسرا قول: مفتی تقی عثمانی مد ظلہم اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں "یہ اس وقت کی بات ہے جب دنوں کا حساب سورج کے طلوع غروب کے بجائے کسی اور معیار پر تھا جس کا ٹھیک ٹھیک علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے"[22]

محقق کی رائے: ان چار ایام میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ ان چار ایام سے دنیا کے چار ہزار دن مراد ہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "بیشک ایک دن آپ کے رب کے ہاں تمہاری گنتی کے حساب سے ہزار برس کے برابر ہے" لیکن یہ احتمال کمزور ہے کیونکہ درج بالا آیت کو حضرت ابن عباسؓ نے آیات متشابہات میں شمار کیا ہے دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ اس سے دنیا ہی کے چار دن مراد ہیں دلیل اس کی یہ ہے کلام اللہ کے مخاطب انسان ہیں اور انسانوں کے عرف میں دن کا حساب سورج کے طلوع غروب کیساتھ کیا جاتا ہے اسی دن کے حساب سے شرعی اعمال روزہ زکوۃ وغیرہ ادا کیے جاتے ہیں یہی احتمال زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

ج۔ حد قذف میں چار گواہ پیش نہ کرنے پر سزا کے اجراء کی حکمت

حد قذف کے بیان میں ہے ثم لم یاتوا باربعة شهداء (سورۃ النور ۲۴:۴) حد قذف میں قاذف (تہمت لگانے والے) پر دو قسم کی سزا عائد ہوتی ہے ایک تو اسی (80) کوڑوں کی اور دوسری ہمیشہ کے لیے گواہی نہ قبول ہونے کی کوڑوں کے لگائے جانے میں حکمت یہ ہے کہ قاذف نے تہمت لگا کر ایک پاکدامن عورت کی عزت کی دھجیاں اڑانے کی کوشش کی ہے اور تہمت لگنے سے پاکدامن عورت کو جسمانی اذیت دی ہے وہ اس طرح کہ تہمت لگنے سے اس عورت کو ذہنی کوفت ہوئی یہی ذہنی کوفت جسمانی بیماری کا ذریعہ بنتی ہے جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کو جب تہمت کا علم ہوا تو آپ کو بخار ہو گیا اور رو رو کر آپ ہلکان ہوئی جا رہی تھی جیسے کہ بخاری شریف کی روایت

میں ہے پس جب تہمت سے عورت کے ظاہری جسم کو اذیت پہنچی تو شریعت نے اس کے بدلے اسیؔ کوڑے مقرر کر دیئے تاکہ قاذف کو بھی جسمانی اذیت ہو اور جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا (برائی کا بدلہ اسی کے بقدر) کا قرآنی قاعدہ لاگو ہو۔

دوسری سزا قاذف کی یہ ہے کہ اب زندگی بھر یہ گواہی دینے کا اہل نہیں رہا کیونکہ جو زبان ایک پاکدامن عورت کی عزت کو پامال کر چکی ہے اب وہ اس قابل نہیں کہ آئندہ وہ کسی قسم کی گواہی دے تفسیر ابی سعود میں انہی دو حکمتوں کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

"وَلاَ تَقْبَلُواْ لَهُمْ شَهَادَةً عطفٌ على اجلدُوا داخلٌ في حكمهِ تتمةٌ له لما فيه من معنى الزَّجرِ لأنَّه مؤلمٌ للقلبِ كما أنَّ الجلدَ مؤلمٌ للبدنِ وقد آذى المقذوفَ بلسانه فعُوقبَ بإهدار منافعهِ جزاءً وِفاقاً"[23]

"اور تہمت لگانے والے مردوں کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اس جملے کا عطف اجلدوا جملہ پر ہے اور یہ اس کے حکم میں داخل ہے اور اس حکم کا تتمہ ہے اس لیے کہ اس میں زجر (تنبیہ) والا معنی ہے اور یہ حکم (قاذف کے) دل کو تکلیف دینے والا ہے جیسا کہ کوڑے لگانا ظاہری بدن کو تکلیف دینے والا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ قاذف نے مقذوف (پاکدامن عورت) کو اپنی زبان سے تکلیف دی ہے تو اسے بھی سزا دی گئی زبان کے منافع کو ہدر (ختم) کر کے تاکہ سزا پوری پوری ہو جائے"

د۔ حدِ زنا میں چار گواہوں کے تعین کی وجہ

چار کا عدد قذف میں اس امر کے تحقق یا سقوط کے لیے ہے یہی وجہ ہے کہ اگر یہ عدد مکمل نہ ہوا اور گواہ چار سے کم ہوں تو حدِ زنا جاری نہیں ہوتی اور شکوک سے حد ساقط ہو جاتی ہے کقولہ علیہ السلام ادروا الحدود الشبہات[24] "حدود کو شبہات کی وجہ سے ساقط کرو" سو اجرائے حد میں چار کا عدد اسی لیے لایا گیا۔

ہ۔ لعان میں چار مرتبہ گواہی کی علت و حکمت

سورۃ النور کی آیت (٦ تا ٩) والذين يرمون ---من الصادقين میں ہے کہ لعان میں چار مرتبہ زوجین میں سے ہر ایک گواہی دے گا کہ اس کا خصم (مدمقابل) جھوٹا ہے چار مرتبہ گواہی کیوں رکھی گئی اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں علامہ زیلعیؒ نے یوں بیان فرمائی ہے۔

" وَتَكْرَارُهَا لِقِيَامِهَا مَقَامَ الشُّهُودِ وَهُمْ أَرْبَعَةٌ فِي الزِّنَا فَكَذَا مَا قَامَ مَقَامَهُمْ"[25]

"اور گواہی میں تکرار ہے کیونکہ یہ گواہیاں گواہوں کے قائم مقام ہیں اور وہ زنا کے باب میں چار ہیں پس جو اس کے قائم مقام ہو گا اس کا بھی یہی حکم ہو گا"

و۔ بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن کیوں؟

سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۴ (والذین یتوفون منکم --، اربعة اشهر و عشرا) میں ہے کہ بیوہ کی عدت جبکہ وہ حاملہ نہ ہو چار ماہ دس دن ہے اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟ اس میں کیا رمز ہے؟ اس سلسلے میں علامہ رازیؒ کی بیان کردہ توجیہ ذکر کی جاتی ہے؛

"اَلْمَسْأَلَةُ الْخَامِسَةُ رُوِيَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ إِنَّمَا حَدَّ الْعِدَّةَ بِهَذَا الْقَدْرِ لِأَنَّ الْوَلَدَ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ فِي الْعَشْرِ بَعْدَ الْأَرْبَعَةِ وَهُوَ أَيْضًا مَنْقُولٌ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ"[26]

"پانچواں مسئلہ: حضرت ابو العالیۃ سے منقول ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے بیوہ کی عدت کو چار ماہ دس دن مقرر فرمائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ (جب وہ رحم میں ہو تو) اس میں چار ماہ دس دن کے بعد روح پھونکی جاتی ہے اور یہی بات حضرت حسن بصریؒ سے بھی منقول ہے"

معلوم ہوا بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ زوجہ پہ اتنی مدت عدت گزارنا لازم ہے جتنے میں بچے میں روح پڑ جاتی ہے۔

ی۔ ایلاء کی مدت چار ماہ کیوں؟

سورۃ البقرۃ کی آیت والذین یؤلون الخ میں ہے ایلاء کی مدت چار ماہ بتلائی گئی ایسا کیوں ہے اس بات کی توضیح حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ہوتی ہے جسے امام طحاویؒ نے نقل کیا ہے فرماتے ہیں؛

"كَانَ إِيلاءُ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ فَوَقَّتَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الإِيلاءَ فَمَنْ كَانَ إِيلاؤُهُ دُونَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَلَيْسَ بِإِيلاء"[27]

"زمانہ جاہلیت میں ایلاء ایک سال یا دو سال تک کیا جاتا (جس کا مقصد عورت کو ایذاء دینا ہوتا تو) اللہ تعالیٰ نے اسے مؤقت فرمایا پس ایسے ہی جس شخص نے چار ماہ سے کم ایلاء کیا تو وہ بھی ایلاء شمار نہ ہو گا"

درج بالا روایت سے معلوم ہوا کہ چار ماہ موقت کرنے میں عورت کو ایذاء رسانی سے بچانا ہے جیسا کہ اس بات کی تصریح امام بغویؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں کی ہے فرماتے ہیں؛

"حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں یہ ایلاء زمانہ جاہلیت کی ضرر رساں چیزوں میں سے ایک ہے جب کسی شخص کو اپنی بیوی ناپسند ہوتی اور نہ اس کی یہ خواہش ہوتی کہ یہ عورت کسی اور کے نکاح میں جائے تو وہ قسم کھاتا کہ وہ اس عورت کے قریب کبھی نہ آئے گا تو وہ اس عورت کو ایسا کر دیتا کہ نہ تو وہ بیوگی کی زندگی گزارتی اور نہ ہی خاوند والی تو یہ رسم ابتداء اسلام میں ایسی ہی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدت (چار ماہ) اسلام میں مقرر فرما دی"[28]

پس معلوم ہوا اسلام نے عورت پر ظلم وزیادتی کو دور کیا اور اسے جینے کا حق دیا۔

9. قرآن کریم میں مذکور عدد خمسة کی وقوعی حیثیت اور حکمت

عدد خمسہ پانچ چیزوں کی تعیین کے لیے بولا جاتا ہے چونکہ یہ عدد بھی طاق ہے اس عدد کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے لیے استعمال کر سکتے تھے لیکن سورۃ المجادلۃ کی آیت نمبر 7 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب تم تین ہو تو چوتھا وہ ہوتا ہے اور تم پانچ ہوتے ہو تو چھٹا وہ ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طاق عدد کے بجائے جفت عدد (چار، چھ) اس موقع پر کیوں رکھا؟ اس میں آخر کیا راز مضمر ہے اس سوال کے جواب دیتے ہوئے امام رازیؒ بیان کرتے ہیں۔

"اس سے اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت کا بیان ہے کہ جب تین آدمی مشاورت کرتے ہیں تو دو ایک طرف ہو جاتے ہیں ایک اکیلا رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے فرما رہے ہیں میں تمہارے ساتھ ہوں ایسے ہی پانچ میں جب پانچواں اکیلا رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنے سے مانوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں تمہارے ساتھ ہوں اس بات میں اس طرف اشارہ ہے جب کوئی شخص مخلوق سے کٹ کر اللہ کا ہو کر رہ جاتا ہے تو اللہ اسے کبھی ضائع نہیں کرتے طاق عدد جفت سے بہتر ہے کیونکہ اللہ خود طاق ہے طاق عدد کو پسند کرتا ہے تو تین اور پانچ کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ الٰہیات کے بیان میں طاق عدد کی رعایت کرنی چاہیئے مشاورت کو پایہ تکمیل تک پہچانے کے لیے ایک عدد ایسا ہونا چاہیئے تھا جو باقی میں فیصلہ کرے اس لیے کم از کم مشورے میں تین افراد ہونے چاہیئے اگر دو ہوں گے تو وہ لڑ پڑیں گے کسی نتیجے پر نہیں پہنچے گے تین ہوں گے تو تیسرا ان میں فیصل ہو گا اسی طرح پانچواں ساتواں وغیرہ فیصل کا کام سرانجام دیں گے اس لیے باری تعالیٰ نے تین اور پانچ کا ذکر فرمایا"[29]

10. عدد ستة کی وقوعی حیثیت اور اس کی پوشیدہ حکمتیں

عدد ستّة (6) قرآن پاک کی سات (7) آیات میں واقع ہوا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ تمام مقامات پر ایک ہی مسئلہ "زمین وآسمان کی پیدائش" کا بیان ہے آیئے دیکھتے ہیں اس عدد میں آخر کیا حکمت مضمر تھی کہ باری تعالیٰ نے

اِس عدد کا انتخاب فرمایا تو اس سلسلے میں مفسرین کرامؒ نے اس کی کئی وجوہ بیان کی ہیں چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے۔

10.1 اقوالِ مفسرین

ا۔ تفسیر کبیر میں ہے۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کائنات کو چھ دن میں پیدا کرنے میں دو راز ہیں۔

"پہلی وجہ چھ دن میں پیدا کرنے کی یہ ہے کہ جب کوئی چیز یکدم معرض وجود میں آجائے پھر اگر یہ طریقہ پیدائش منقطع ہو جائے تو کسی کے دل میں یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ کام اتفاقیہ طور پہ رونما ہوا ہے اس کے برخلاف اگر اشیاء کو یکے بعد دیگرے اور یکجا پیدا کیا جائے اور اس میں حکمت و مصلحت کو بھی پیش نظر رکھا جائے تو یہ بات اس بات کی قوی دلیل ہو گی کہ اس کو ایسے پیدا کرنے والے نے پیدا کیا ہے جو قدیم، حکیم، قادر، علیم، رحیم ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بات دلیل (حدیث) سے ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے عقل والے (فرشتوں) کو زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے پیدا کیا ہے پھر انہیں پیدا کیا پھر اس عاقل نے جب ہر گھڑی اور دیگر پیدائشوں کا مشاہدہ کیا کہ وہ پے در پے اور یکجا پیدا کی گئیں تو یہ بات اس کے علم اور بصیرت کی قوی دلیل ہے کیونکہ یہ بات اس کی عقل میں بار بار واقع ہوئی ہے لحظہ درلحظہ اور یہ بات یقین کے پکا کرنے میں زیادہ فائدہ مند ہے"[30]

۲۔ علامہ ابو سعودؒ فرماتے ہیں۔

"وفي خلق الأشياء مدرجاً مع القدرة على إبداعها دفعة دليل على الاختيار واعتبار للنظار وحث على التأني في الأمور"[31]

"چیزوں کی پیدائش میں تدریج ہے حالانکہ ان کے دفعتاً پیدا کرنے پر بھی قدرت ہے اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ (اللہ تعالیٰ) نے دیکھنے والوں (کی رؤیت) کا اعتبار کیا ہے نیز اس بات کی ترغیب ہے کہ کاموں میں نظم کا خیال رکھا جائے"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ چھ دن میں پیدا کرنے میں حکمت مخلوق کی رؤیت کا اعتبار کرنا ہے اور ترغیب دینا ہے کہ کام کو منظّم شکل میں کیا جائے۔

۳۔ تفسیر جلالین میں ہے۔

" وَالْعُدُول عَنْهُ لِتَعْلِيمِ خَلْقه التَّثَبُّت "[32]

"اور ایک ہی لمحے میں کائنات کو نہ پیدا کرنے سے اعراض میں اس بات کی تعلیم مقصود ہے کہ مخلوق اپنے کام ثابت قدمی سے کرے"

۴۔ مفتی تقی عثمانی مدظلہم فرماتے ہیں۔

"یوں تو اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت تھی کہ وہ پلک جھپکنے سے بھی پہلے پوری کائنات کو وجود میں لے آتا لیکن اس عمل کے ذریعے انسان کو بھی جلد بازی کے بجائے اطمینان اور وقار کے ساتھ کام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے"[33]

معلوم ہوا کائنات کو چھ دن میں پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اس کے بندے اپنے کاموں میں پختگی لائیں ہر کام ثابت قدمی سے کریں۔

۵۔ محقق کہتا ہے۔

کائنات کی تخلیق میں تدریج میں یہ رمز ہے کہ باری تعالیٰ کی کامل قدرت کا اظہار ہو کہ جس طرح باری تعالیٰ اپنے امر کُن سے پلک جھپکنے سے پہلے مخلوق کو پیدا کرسکتے ہیں ایسے ہی وہ اپنے کاموں میں تدریج پر بھی قدرت رکھتے ہیں تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ باری تعالیٰ صرف یکدم پیدائش پر قادر ہیں تدریج اس کے بس کی بات نہیں اسی جانب قرآن پاک کی آیت مشیر ہے ارشاد ربانی ہے۔

﴿اَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ﴾[34]

"خوب جان لو خلق (تدریجاً پیدا کرنا) اور امر (یکدم پیدا کرنا) اُسی کے اختیار میں ہے"

10.2 عدد ستۃ کے قرآن پاک کی سورتوں، پاروں اور رکوعات میں چند رموز

ا۔ قرآن پاک کی کُل 114 سورتیں ہیں اگر اس عدد پر ریاضیاتی عوامل لاگو کیے جائیں تو انسان کی حیرت کی انتہاء نہیں رہتی مثلاً

جمع کا عمل

$$1+1+4=6$$

دیکھئے سورتوں کے عدد کو جمع کیا جائے تو بعینہٖ چھ کا عدد حاصل ہوتا ہے۔

تقسیم کا عمل

$$114/6=19$$

دیکھئے سورتوں کی کُل تعداد عدد ستہ پہ مکمل تقسیم ہوتی ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ حاصل ہونے والا عدد 19 ہے جو بسم اللہ کے حروف کی تعداد ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سارے قرآن کا

خلاصہ سورۃ الفاتحہ ہے اور فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ ہے۔

۲۔ قرآن پاک کے کُل تیس (30) پارے ہیں حیرت کی بات یہ ہے کہ عدد 30 بھی 6 پر تقسیم ہوتا ہے۔

$$30/6=5$$

۳۔ قرآن پاک کے کُل رکوع پانچ سو چالیس (540) ہیں اور یہ بھی عدد ستہ پر تقسیم کنندہ ہیں دیکھئے

$$540/6=90$$

اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن پاک کی سورۃ البلد کا وقوعی نمبر 90 ہے جس میں کلمات کی تعداد بھی 90 ہے اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ کل سورتیں 114 ہیں اگر 90 ان میں سے منہا کر دی جائیں تو باقی 24 سورتیں بچتی ہیں جو 6 پر مکمل تقسیم ہوتی ہیں۔

11. قرآن کریم میں مذکور عدد سبعة (۷) کی وقوعی حیثیت اور حکمتیں

یہ عدد قرآن پاک میں بیس (۲۰) مقامات پر واقع ہوا ہے یہ عدد جہاں سات کے معنی پر دلالت کرتا ہے وہاں یہ عدد کثرت کا معنی بھی دیتا ہے ذیل میں ہم اس عدد کے وقوع کی حکمتیں بیان کرتے ہیں۔

1۔ قرآن پاک کی ابتداء وانتہاء اور سات کا عدد

قرآنِ پاک کی پہلی سورت سورۃ الفاتحہ ہے جسکی بالاتفاق سات آیات ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور ہم نے آپ کو سات ایسی آیات عطا کی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں"[35] البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ساتویں آیت کون سی ہے تو ائمہ احنافؒ کے نزدیک غير المغضوب الخ ساتوں آیت ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک ساتویں آیت بسم اللہ ہے بہر حال اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس سورت کی سات آیات ہیں اسی طرح امام شافعیؒ کے قول کو اگر اختیار کیا جائے کہ بسم اللہ ہر سورت کے ساتھ مستقل آیت ہے تو قرآن پاک کی آخری سورت سورۃ الناس کی بھی سات آیات بنتی ہیں تو اس طرح قرآن کا اول آخر اس عدد کیساتھ متعلق ہوا۔

2۔ منازل القرآن

قرآن پاک کی کُل سات منزلیں ہیں جو درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہفتہ وار ختم قرآن کے لیے ترتیب دی تھی ان منزلوں کے بارے میں مفتی تقی عثمانی مدظلہم رقمطراز ہیں۔

"صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کا معمول تھا کہ وہ ہر ہفتے ایک قرآن ختم کر لیا کرتے اس مقصد کے لیے انہوں نے روزانہ تلاوت کی ایک حد مقرر کی ہوئی تھی جسے حزب یا منزل کہا جاتا ہے اس طرح پورے قرآن کو سات احزاب میں تقسیم کیا گیا تھا"[36]

3۔ قرآن پاک کے سجدے

قرآن پاک میں ائمہ احنافؒ کے نزدیک چودہ سجدے ہیں اور یہ بات بدیہات میں سے ہے کہ چودہ سات کے مضاعفات میں سے ہے۔

7+7=14

7*2=14

4۔ سات اعضاء سجدہ تلاوت

سجدہ کرتے وقت انسان کے جسم کی سات ہڈیاں استعمال ہوتی ہیں دو پاؤں دو ہاتھ دو گھٹنے اور ایک ماتھا چنانچہ حدیث شریف میں بھی اس بات کی وضاحت آئی ہے جس کا ترجمہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا" جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں"[37]۔

5۔ قرآن پاک کے سات حروف

قرآن پاک کو اللہ رب العزت نے سات حرفوں میں پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے سات حرفوں سے مراد یہ ہے کہ قرآن پاک کی قراءت میں سات قسم کی نوعیتوں کا اختلاف جائز ہے جیسے اسماء، افعال کا اختلاف، واحد تثنیہ اور جمع کا اختلاف وغیرہ سبعۃ احرف کے بارے میں حدیث مبارک ہے" بیشک یہ قرآن سات حرفوں میں نازل ہوا ہے پس جس میں سہولت ہو اس حرف میں پڑھو"[38]۔

6۔ قصہ یوسفؑ میں مذکور سبع سنین کی سبع سنبلٰت یا سبع بقرات سے مناسبت

حضرت یوسفؑ نے بادشاہ کے خواب کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ سات موٹی تازی گائیں اور سات خوشے سرسبز و شاداب کنایہ ہیں خوشحالی کے سات سالوں سے اور سات دبلی پتلی گائیں اور سات خشک خوشے کنایہ ہیں قحط سالی سے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضرت یوسفؑ نے یہ تعبیر کیوں بیان کی اس حوالے سے امام رازیؒ لکھتے ہیں۔

"قَالَ الْمُفَسِّرُونَ السَّبْعَةُ الْمُتَقَدِّمَةُ سُنُو الْخِصْبِ وَكَثْرَةِ النِّعَمِ وَالسَّبْعَةُ الثَّانِيَةُ سُنُو الْقَحْطِ وَالْقِلَّةِ وَهِيَ مَعْلُومَةٌ مِنَ الرُّؤْيَا"[39]

"مفسرین فرماتے ہیں کہ پہلے سات سال آسودگی اور نعمتوں کے زیادہ ہونے کے ہیں اور دوسرے سات سال قحط اور کمی کے ہیں اور یہ بات خواب سے معلوم ہوئی"

7۔سورۃ لقمان کی آیت ۲۷ (ولوانما فی الارض ---سبعة ابحرالخ) میں سات سمندروں کی تخصیص کی وجہ

اللہ تعالیٰ اپنی بڑائی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ساری دنیا کے درخت قلمیں بن جائیں اور ساتوں سمندر سیاہی بن جائیں تب بھی اللہ کی بڑائی کے کلمات ختم نہیں ہوں گے اس آیت کریمہ میں قلموں کو اَن گنت بتایا گیا جیسا کہ اقلام نکرہ ہے اور یہ عموم پر دلالت کرتا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قلمیں لامحدود ہیں تو سمندروں کی تعداد کو بھی لامحدود ہونا چاہیے سات سمندر کی کیا تخصیص؟اس سوال کا درج ذیل جواب ہے۔

" وَالْمُرَادُ بِالسبعة الكثرة بحيث تشمل المائة والألف مثلا لا خصوص العدد المعروف كما في قوله عليه الصلاة والسلام المؤمن يأكل في معى واحد والكافر يأكل في سبعة أمعاءواختيرت لها لأنها عدد تام كما عرفت عند الكلام في قوله تعالى: تِلْكَ عَشَرَةٌ كامِلَةٌ وكثير من المعدودات التي لها شأن كالسماوات والكواكب السيارة والأقاليم الحقيقية وأيام الأسبوع إلى غير ذلك منحصر في سبع"[40]

"(اس آیت میں) سبعۃ سے مراد کثرت ہے جیسا کہ یہ عدد سو اور ہزار کو بھی شامل ہے یہاں معروف عدد (سات) کی کوئی خصوصیت نہیں جیسا آپ ﷺ کے فرمان میں اس عدد کی کوئی تخصیص نہیں کہ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں سے پھر (یہ بات کہ) اس عدد کے اختیار کی کیا وجہ؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عدد تام ہے جیسا کہ آپ نے یہ بات اللہ تعالیٰ کے فرمان تلک عشرة کاملة میں جان لی ہے اور بہت سے معدودات ایسے ہیں جو اس عدد کیساتھ منحصر ہیں جیسے سات آسمان، سات سیارے، سات براعظم اور ہفتے کے سات دن وغیرہ"

درج بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ سات کا عدد کلام عرب میں کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے اس لیے سبعة ابحر سے مراد غیر محدود پانی ہے پھر اس سوال کا جواب کہ کثرت پر تو اور بھی اعداد دلالت کرتے ہیں پھر اس عدد کی کیا تخصیص تو علامہ فرماتے ہیں یہ عدد تام ہے اور اس کی ایک خاص شان ہے اس لیے اس کو استعمال کیا گیا اور اس عدد کی جلالت شان اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ آسمان، سیارے، براعظم اور ہفتے کے دن سب سات ہیں پس یہی وجہ ہے

کہ اس موقع پر اس عدد کو لایا گیا۔

8۔ جہنم کے سات دروازے کیوں؟

قرآن پاک میں بیان ہوا کہ جہنم کے سات دروازے ہیں جیسا کہ سورۃ الحجر میں ہے(**لها سبعة ابواب سورة الحجر ۱۵ : ۴۴**)اس بات کی صحیح حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ جہنم کے سات دروازے کیوں ہیں لیکن بعض مفسرین نے اِس کی وجوہ بیان کی ہیں مثلاً

ا۔علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

" **عدد الحواس الخمس والقوتين الشهوية والغضبية وهاتان القوتان بابان عظيمان للضلالة المفضية إلى النار**"[41]

"(جہنم کے سات دروازے ہیں اس لیے کہ)حواس پانچ ہیں اور دو قوتیں ہیں یعنی شہویہ، غضبیہ اور یہ دو قوتیں اس گمراہی کی طرف لے کر جاتی ہیں جو جہنم میں لے جانے والی ہیں"

اس عبارت سے معلوم ہوا علامہ صاحبؒ کے نزدیک جہنم کے دروازوں کی تعداد انسان میں موجود حواس خمسہ اور دو قوتوں قوتِ شہویہ اور قوتِ غضبیہ کے بدلے میں ہے پس جس چیز کا استعمال انسان سے غلط ہو گا وہ اس کے جہنم میں جانے کا ذریعہ ہو گا لیکن پھر سوال اٹھتا ہے کہ ان سات چیزوں کی جہنم کے سات دروازوں سے کیا مناسبت ؟تو اس کا جواب علامہ آلوسیؒ درج بالا عبارت سے آگے دیتے ہیں "ہر گروہ اس دروازے سے داخل ہو گا جس سے جو قوت اس پر غالب ہو گی"

اس عبارت کا معنی یہ ہوا کہ انسان کے حواس خمسہ کے بدلے ایک ایک دروازہ ہے اور دو دروازے قوت شہویہ اور غضبیہ کے بدلے ہیں پس جو لوگ شہوت کا غلط استعمال کریں گے وہ ایک دروازے سے اور جو قوت غضبیہ کا غلط استعمال کریں گے وہ دوسرے دروازے سے جو دیکھنے کا غلط استعمال کریں گے وہ تیسرے سے داخل ہوں گے اسی پر دیگر حواس کو قیاس کر لیا جائے۔

۲۔امام ابن کثیرؒ کی بیان کردہ توجیہ

امام ابن کثیرؒ اس حوالے سے مختلف تابعینؒ کی توجیہات کو بیان فرماتے ہیں کہ سات ابواب سے مراد سات طبق ہیں پھر ابن جریجؒ کے حوالے سے ان سات دروازوں کے ناموں کی وضاحت فرماتے ہیں

"پہلا دروازے کا نام جھنم، دوسرا لظیٰ، تیسرا حطمة، چوتھا سعیر، پانچواں سقر، چھٹا جحیم اور ساتواں ھاویة ہے"[42]

12. قرآن کریم میں مذکور عدد ثمانیۃ کی وقوعی حیثیت اور حکمتیں

یہ عدد قرآن پاک میں کل پانچ(۵) دفعہ آیا ہے اوراس عدد کو قوت اور طاقت جیسی خصلتوں کیساتھ ایک خاص تعلق ہے جن کی وضاحت ذیل کی مباحث سے ہوتی ہے۔

الف۔عدد ثمانیۃ کا قصہ موسیٰؑ سے عجیب تعلق

عدد ثمانیۃ کے ذیل میں دو آیات یہاں قابل ذکر ہیں جن میں قوت کا تعلق اس عدد سے بالخصوص ظاہر ہوتا ہے اول آیت سورۃ القصص کی ہے جس میں حضرت موسیٰؑ کا مدین میں حضرت شعیبؑ کے ہاں قیام کا ذکر ہے وہاں حضرت شعیبؑ حضرت موسیٰؑ سے آٹھ برس بکریاں چرانے کا ذکر فرماتے ہیں اس شرط پر کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کریں گے اسی بیٹی کی بات اس سے پچھلی آیت میں نقل کی گئی جس میں کہا گیا کہ اس نوجوان کو اجرت پر رکھ لیا جائے کیونکہ یہ القویُ الامینُ ہیں اب اگر ہم اس آیت کے رقم کو دیکھیں تو یہ چھبیس(26) ہے لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر دو(2) اور چھ(6) کو آپس میں جمع کریں تو حاصل جمع آٹھ(8) آتا ہے اور اس لفظ الْقویُ الاَمِیْنُ کو دیکھیں تو اس سے پہلے اسی آیت میں آٹھ کلمات ہیں معلوم ہوا اس عدد کا قوت کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔

ب۔عدد ثمانیۃ کا قصہ قوم عاد سے عجیب تعلق

سورۃ الحاقۃ میں قوم عاد پر سات راتیں اور آٹھ دن سخت آندھی اور طوفان کا ذکر ہے اور بالآخر ان کا صفایا کر دیا گیا اور اس بات کا ذکر کہ ان کا اس صفا ہستی سے بالکل صفایا کر دیا گیا کا ذکر سورۃ الحاقۃ کی آیت 8 میں ہے اور قوت کیساتھ اس عدد کا تعلق اس طرح ہے کہ سورۃ حٰم سجدہ قرآن پاک کی سورت نمبر 41 ہے کی آیت 15 میں قوم عاد کا ذکر ہے جس میں اُن کے اُس نعرے کا ذکر ہے مَنْ اشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کون ہم سے زیادہ تگڑا ہے اب ذرا ہم اس آیت کے رقم اور سورت کے رقم کو جمع کریں تو حاصل جمع چھپن(56) آتا ہے اور چھپن آٹھ کے مضاعفات میں سے ہے اور اس پر پورا پورا تقسیم ہوتا ہے ملاحظہ ہو۔

41+15=56

8*7=56

7=8/56اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے اس آیت میں 24 کلمات ہیں اور وہ بھی آٹھ کے مضاعفات میں سے ہے آٹھ کو تین دفعہ جمع کیا جائے تو چوبیس آتا ہو ملاحظہ ہو۔

فامّا/عاد/فاستکبروا/فی/الارض/بغیر/الحق/وقالوا/من/اشدُّ/منّا/قوۃ/اولم یروا/ان/اللہ/ الذی/ خلقھم/ ھو/ اشدُّ/ منھم/قوۃً/وکانوا/بأیٰتنا/ یجحدون۔

8+8+8=24

ج۔ آٹھ کے عدد کا دیگر آیات قرآنی سے تعلق

سورۃ الانفال قرآن پاک کی آٹھویں سورت ہے یہ وہ واحد سورت ہے جو قتال کے جملہ متعلقات کو اول تا آخر بیان کرتی ہے اس سورت میں القویُّ کا لفظ آیت نمبر 52 میں آیا ہے اب اگر اس آیت کے رقم میں ہم آٹھ ملائیں تو ساٹھ (60) بنتا ہے اور ساٹھ نمبر آیت اس سورت میں وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ ہے جس میں دشمن کے خلاف قوت تیار کرنے کا ذکر ہے۔

د۔ آٹھ کے عدد اور قیامت کا عجیب تعلق

سورۃ الحاقۃ میں باری تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں کا بیان فرماتے ہیں کہ اُس دن عرش عظیم کو آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوں گے ابھی چار فرشتے اِسے اُٹھائے ہوئے ہیں جیسا کہ ماقبل میں اس ضمن میں احادیث کو بیان کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس عدد کا قیامت کیساتھ خصوصی تعلق ہے محققین نے اس پر خوب پیارا کلام کیا ہے پڑھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے آیئے ذیل میں اس عدد کے عجائبات دیکھتے ہیں۔

الف۔ نفخ صور کا بیان

سورۃ المدثر کی آیت آٹھ (8)﴿ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ﴾ میں نفخ صور کا بیان ہے اور اس آیت کے حروف کی تعداد سولہ (16) ہے اور سولہ آٹھ کے مضاعفات میں سے ہے۔

ب۔ قیامت کی سختی کا بیان

سورۃ القمر کی آیت آٹھ ﴿مُهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكَافِرُوْنَ هَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾ "پکارنے والے کی جانب دوڑے جارہے ہوں گے اور کافر کہہ رہے ہوں گے یہ تو بہت ہی کھٹن دن ہے" اس آیت کا رقم بھی آٹھ ہے اور اس میں موجود کلمات بھی آٹھ ہیں۔

ج۔ کافروں کا حال

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر آٹھ میں ہے۔

﴿لِيَسْئَلَ الصَّادِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

"تا کہ اللہ سچوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں پوچھے اور کافروں کے لیے اللہ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"

اس آیت میں کافروں کے لیے سخت عذاب کی وعید کا بیان ہے لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اس آیت کا رقم بھی آٹھ ہے اوراِس آیت کے کلمات کی تعداد بھی آٹھ ہے۔

د۔ مومنوں کا حال

سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ﴾

"بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کے لیے نعمتوں والے باغ ہیں"

اس آیت کا نمبر بھی آٹھ ہے اور اس کے کلمات بھی آٹھ ہیں اِسی طرح سورۃ الحاقۃ میں ہے

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾

"کھاؤ پیو مزے سے بسبب اُن اعمال کے جو تم نے گذرے ہوئے دنوں میں کیے تھے"

اس آیت کے کلمات آٹھ ہیں اور اِس آیت کا رقم چوبیس(24) ہے اور حیرت یہ ہے کہ چوبیس آٹھ کے مضاعفات میں سے ہے آٹھ کو تین بار جمع کیا جائے تو حاصل جمع چوبیس آتا ہے۔

13. قرآن پاک میں مذکور عدد تسع کی وقوعی حیثیت اور حکمت

یہ عدد پورے قرآن پاک میں دو دفعہ واقع ہوا ہے سورۃ الاسراء اور سورۃ النمل میں دونوں مقامات پر یہ عدد بھی قوت، طاقت کو بیان کرنے کے لیے آیا ہے سورۃ الاسراء میں حضرت موسیٰؑ کے نو معجزات (تسع اٰیات) کا ذکر ہے اور سورۃ النمل میں تسع رھط نو بد معاشوں کا ذکر ہے جنہوں نے اپنی قوم کو اپنی طاقت سے ڈرا رکھا تھا۔

14. قرآن پاک میں مذکور عدد عشر کی وقوعی حیثیت اور حکمت

یہ عدد قرآن پاک میں کل چھ (٦) مقامات پر واقع ہوا ہے یہ کبھی تو دس پر دلالت کرنے کے لیے آتا ہے اور کبھی قلت کا معنی بتانے کے لیے آتا ہے مثلاً سورۃ طٰہٰ کی آیت ١٠٣ (یتخافتون بینھم ان لبثتم الا عشرا) میں ہے

جہنمی آپس میں کہیں گے ہم تو دنیا میں دس دن ہی ٹھہرے یہاں عدد عشر تقلیل بتانے کے لیے ہے اسی بات کو علامہ رازیؒ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"وَاِنَّمَا خَصَّ الْعَشَرَةَ وَالْوَاحِدَ بِالذِّكْرِلِاَنَّ الْقَلِيْلَ فِى اَمْثَالِ هَذَا الْمَوَاضِعِ لاَ يُعَبَّرُ عَنْه الَّا بِالْعَشَرَةِ"[43]

"اور (یہاں) دس اور ایک کے عدد سے مخصوص کیا گیا ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ قلت کو اِس جیسی جگہوں میں بطور مثال صرف دس ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے"

محقق کہتا ہے اِس آیت میں اگر بغور دیکھا جائے تو آیت میں عشرًا مطلق آیا ہے اِس میں یوم کی کوئی قید نہیں پس عشرًا سے دس منٹ، سیکنڈ، دن سب مراد ہو سکتے ہیں لیکن چونکہ اس سے اگلی آیت میں یوم آرہا ہے اعتراض ہو سکتا ہے یہاں بھی یوم مراد لیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مقصود قلت کا بیان ہے اور وہ یوم سے کم میں مراد لینے سے حاصل ہوتی ہے نہ کے زیادہ سے تو اس جگہ یوم سے کم صبح یا شام مراد لینا زیادہ مناسب ہے اس سے دیگر آیات جن میں صبح شام کا ذکر ہے سے تعارض واقع نہیں ہو گا اور آپ کو معلوم ہے توافق تعارض سے اولیٰ ہے۔

نتائج تحقیق

ا۔ اعداد کی حکمتیں مکمل طور پر بیان کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے کیونکہ صاحب البیت ادریٰ ما فیه جس کا کلام ہے وہی اس کے حقائق سے مکمل طور پر آگاہ ہے۔

۲۔ اعداد کے بیان میں اعجازی پہلو نمایاں ہے کہ ہر عدد اپنی جگہ ایسے رموز سموئے ہوئے ہے کہ انسان کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے وانه لتنزیل من رب العالمین کہ بیشک یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

۳۔ ہر عدد کے ذریعے مختلف النوع مباحث کو ذکر کیا گیا ہے جن میں توحید، آخرت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، میراث، نکاح، طلاق وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

۴۔ قرآن پاک میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا عدد واحد ہے پھر یہ کہ طاق اعداد بنسبت جفت اعداد کے زیادہ استعمال ہوئے ہیں اس میں شاید رمز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وتر ہے اسی لیے وتری اعداد کو زیادہ بیان کیا گیا ہے۔

۵۔صفر کا عدد قرآن پاک میں استعمال نہیں ہوا اس کے علاوہ قرآن پاک میں ایک سے لے کر ایک لاکھ تک اعداد استعمال ہوئے ہیں اور یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے جہاں آخری عدد ایک لاکھ کا ذکر ہے وہاں او یزیدون "یا اس سے زیادہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ گنتی یہاں ختم نہیں ہوئی بلکہ آگے بھی ہے۔

٦۔اعداد کے رموز میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اکائی، دہائی، سینکڑہ، ہزار، لاکھ میں پہلا عدد بنسبت دیگر اعداد کے سب سے زیادہ واقع ہوا ہے مثلاً اکائی والے اعداد میں ایک (۱) دہائی والے اعداد میں دس (۱۰) اور سینکڑہ میں سو (۱۰۰) ہ سب سے زیادہ استعمال ہوئے ہیں گویا اعداد کے بیان میں ترتیب صعودی قائم ہے۔

حوالہ جات

[1] ۔"العد"، افریقی، ابوالفضل محمد بن مکرم بن علی بن منظور، لسان العرب، ج3 ص381، دار صادر بیروت، 1414ھ ۔

[2] ۔سورۃ الجن 28:72

[3] ۔الزّبيدي، أبوالفيض، محمّد بن محمّد بن عبدالرزّاق الحسيني، الملقّب بمرتضی، (المتوفی:1205ھ)، تاج العروس، جزء۳۱، ص ۵۱۲، دارالهداية بیروت۔

[4] ۔ایضاً

[5] ۔ایضاً

[6] http//www.en.m.wikipwdia.org۔

[7] میسوپوٹیما جنوب مغربی ایشیا علاقہ جس میں شام عراق اور ترکی کے علاقے شامل ہیں مراد ہیں دنیا کی سب سے پہلی تہذیب کا مسکن ہے میسوپوٹیما یونانی لفظ ہے جس کا معنی ہے دو دریاؤں کے درمیان چونکہ یہ علاقہ بھی دو دریاؤں دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے اس لیے اس تہذیب کا نام میسوپوٹیمار کھا گیا (دیکھئے http://www.britannica.com)

[8] http://www.en.m.wikipedia.org۔

[9] ۔مسلمؒ، امام، الصحیح للمسلم، باب فی اسماء اللہ تعالیٰ وفضل من احصاھا، ج2 ص342، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[10] ۔الفیومی، سعید صلاح، الاستاذ، الاعجاز العددی فی القرآن، ص4،5، مکتبۃ القدسی، قاہرہ، 2009ء۔

[11] ۔ آلوسی، شہاب الدین، محمود بن عبداللہ ، تفسیر روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج1 ص 480، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 1415ھ۔

[12] ۔۔ آپ کا نام علی والد کا ابو بکر ہے لقب برہان الدین ہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر سے جاملتا ہے آپ کی پیدائش 511ھ کو مرغینان میں ہوئی 544ھ کو آپ زیارت حرمین کی سعادت سے مشرف ہوئے ابن کمال پاشانے آپ کو اصحابِ ترجیح میں شمار کیا ہے آپ نے ہدایۃ کی تالیف 573ھ میں شروع فرمائی اور تیرہ سال تک اس کی تالیف فرمائی ہدایۃ کی شروحات کی تعداد پچاس سے زائد ہے عام طور پر صاحبِ ہدایۃ کی نسبت مرغینان کی طرف کی جاتی ہے جو مراغہ کا ایک قصبہ ہے مگر آپؒ کے ہم وطن بادشاہ بابر نے کتاب "تزک" میں آپ کا علاقہ "رشدان" بتایا ہے جو مرغینان کے قریب واقع ہے مفتاح السعادۃ کے مؤلف نے بھی آپ کے تعارف میں مرغینان کے بعد رشدان کا لفظ بڑھایا ہے (دیکھیے گنگوہی، محمد حنیف، ظفر المحصلین، ص157، دارالاشاعت لاہور)۔

[13] ۔ المرغینانی، برہان الدین، ابوالحسن، علی بن ابی بکرؒ، امام، الھدایۃ، کتاب الطلاق، مکتبۃ البشریٰ کراچی، ج3 ص131۔

[14] ۔ ترمذیؒ، محمد بن عیسیٰ، امام، جامع الترمذی، کتاب الطلاق، باب ماجاء ان طلاق الامۃ تطلیقتان، ج1 ص223، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[15] ۔ المرغینانیؒ، الھدایۃ، ج3 ص82۔

[16] ۔ ابوداوٗدؒ، امام، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب الاستیذان، ج2 ص365، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

[17] ۔ القاریؒ، ابوالحسن، نور الدین، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الادب، باب الاستیذان، ج9 ص2959، دارالفکر بیروت، 1422ھ۔

[18] ۔ سورۃ البقرۃ 260:2

[19] ۔ رازی، امام، فخر الدین، تفسیر الکبیر، ج7، ص37، داراحیاء التراث العربی بیروت۔

[20] ۔ ابن کثیرؒ، امام، تفسیر ابن کثیر، ج1 ص528، دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[21] ۔ رازیؒ، تفسیر الکبیر، ج14 ص258، داراحیاء التراث العربی بیروت۔

[22] ۔ عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، ص1002، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

[23] ۔ ابوسعود، تفسیر ابی سعود، ج6 ص157، داراحیاء التراث العربی بیروت۔

[24] ۔ البیھقي، امام، احمد بن الحسین، الخراساني، أبو بکر (المتوفى:458ھ)، سنن الکبریٰ، ۸، ص۷۵ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[25] ۔الزیلعیؒ، فخر الدین، عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق، ج3 ص 15، المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ ، قاہرہ، 1313ھ۔

[26] ۔رازیؒ، تفسیر الکبیر، ج6 ص466۔

[27] ۔الطحاویؒ، ابو جعفر، احمد بن محمد، الاحکام القرآن الکریم، ج2 ص381، مرکز البحوث الاسلامیہ ترکی، 1418ھ۔

[28] ۔بغویؒ، تفسیر بغوی، ج1 ص297، داراحیاء التراث العربی بیروت۔

[29] ۔رازیؒ، تفسیر الکبیر، ج29 ص450، داراحیاء التراث العربی بیروت۔

[30] ۔رازیؒ، امام، تفسیر الکبیر، ج14 ص257، داراحیاء التراث العربی بیروت۔

[31] ۔ابی سعود، امام، تفسیر ابی سعود، ج3، ص232، داراحیاء التراث العربی بیروت۔

[32] ۔جلال الدین محلی وسیوطی، تفسیر جلالین، ج1 ص201، دارالحدیث قاہرہ۔

[33] ۔عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، ص333، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

[34] ۔سورۃ الاعراف 54:7

[35] ۔ سورۃ الحجر 87:15

[36] ۔عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، ص30، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

[37] ۔ترمذیؒ، امام، جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی السجود علیٰ سبعۃ اعضاء، ج1 ص62، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[38] ۔مسلمؒ، امام، الصحیح للمسلم، باب بیان ان القرآن انزل علیٰ سبعۃ احرف، ج1 ص272، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[39] ۔رازیؒ، تفسیر الکبیر، ج18 ص465، داراحیاء التراث العربی بیروت۔

[40] ۔ آلوسیؒ، علامہ، محمود، تفسیر روح المعانی، ج11 ص96، دارالکتب العلمیۃ بیروت۔

[41] ۔ آلوسیؒ، تفسیر روح المعانی، ج7 ص299، دارالکتب العلمیۃ بیروت۔

[42] ۔ابن کثیرؒ، تفسیر ابن کثیر، ج4 ص461، دارالکتب العلمیۃ بیروت۔

[43] ۔ رازیؒ، امام، تفسیر الکبیر، ج22 ص99، داراحیاء التراث العربی بیروت۔